AL-JAMEI Research Journal
ISSN (Print) 3006-4775 (Online) 3006-4783

https://aljamei.com/index.php/ajrj

Rectifying Misattributions to Ali al-Hujwiri: A Critical and Scholarly Analysis in Light of Kashf al-Mahjūb and Historical Sources

حضرت علی ہجویریؒ سے منسوب من گھڑت روایات کا ازالہ: تنقیدی و تحقیقی جائزہ کشف المحجوب اور تاریخی ماخذ کی روشنی میں

Dr. Hafiz Khalil Ahmad Qadri
PhD in Islamic Studies, College of Shariah & Islamic Sciences, Minhaj University, Lahore, Islamic Scholar and Educator, Teaching Dars-e-Niẓāmī syllabus at Jamia Hajveria since 1998
docterkhalilahmed@gmail.com

Abstract

This research paper critically investigates the various sayings and actions falsely attributed to Sayyid Ali bin Uthman al-Hujwiri, widely known as Dātā Ganj Bakhsh, a seminal figure in the development of Islamic Sufism in South Asia. While al-Hujwiri's renowned work, Kashf al-Mahjūb, stands as an early and authoritative text on Sufism—clearly articulating his theological stance, spiritual methodology, and adherence to Sunni orthodoxy—later periods have witnessed the emergence of apocryphal statements and fabricated anecdotes linked to his name. These misattributions often misrepresent his thought and are sometimes at odds with foundational Islamic principles. Through a detailed examination of Kashf al-Mahjūb and cross-referencing with authentic historical and scholarly sources, this study identifies and refutes these false claims. It demonstrates that al-Hujwiri consistently emphasized the centrality of the Qur'an, Sunnah, sincerity, and compliance with Sharī'ah in the spiritual path. The analysis suggests that many of the fabrications originated either from later mystical exaggerations or orientalist misreadings that failed to contextualize his teachings properly. This research affirms the importance of returning to original texts and sound historical methodology when assessing the intellectual legacy of prominent Islamic scholars and saints. By separating authentic teachings from invented narratives, the paper contributes to a more accurate understanding of Ali al-Hujwiri's role in shaping orthodox Sufism and underscores his enduring relevance as a spiritual guide grounded in Islamic scholarship.

Keywords: Ali al-Hujwiri, Kashf al-Mahjub, Sufi Thought, Misattributions, Islamic Orthodoxy

تمہید

یہ تحقیقی مطالعہ حضرت سید علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، کی شخصیت سے منسوب ان اقوال و افعال کا تنقیدی جائزہ پیش کرتا ہے جو تاریخی یا علمی اعتبار سے مشتبہ، من گھڑت یا غلط فہمی پر مبنی ہیں۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف کشف المحجوب برصغیر میں تصوف اور اسلامی علوم کی بنیاد رکھنے والی اولین اور مستند کتب میں سے ہے، جو ان کی اصل فکر، مزاج اور عقائد کی صحیح ترجمانی کرتی ہے۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بعض حلقوں نے آپ سے ایسی باتیں منسوب کیں جو نہ صرف ان کے علمی مقام کے منافی ہیں بلکہ اسلامی عقائد و شریعت کے اصولوں سے بھی متصادم نظر آتی ہیں۔ اس تحقیق میں ان روایات کا ماخذ تلاش کیا گیا ہے، ان کی داخلی اور خارجی تنقید کی گئی ہے، اور کشف المحجوب اور دیگر معتبر تاریخی مراجع کی روشنی میں ان کا ازالہ کیا گیا ہے۔ مطالعے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ شریعت، سنّت، اور اہلِ سنت و جماعت کے عقائد کو بنیاد بنایا، اور ہر قسم کے غلو، بدعت یا غیر شرعی تصورات سے گریز کیا۔ ان کے نام سے پھیلائی جانے والی غلط باتیں یا تو بعد کے صوفی حلقوں کی افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں، یا پھر بعض مستشرقین و متعصب مؤرخین کی علمی بددیانتی کا یہ مقالہ اس امر کی وضاحت کرتا ہے کہ کسی بھی بزرگ شخصیت کے فکری ورثے کو پرکھنے کے لیے اصل متون، سیاق و سباق، اور معتبر تاریخی شواہد کو بنیاد بنانا ضروری ہے۔ حضرت ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا فکری مقام اسی وقت صحیح طور پر اجاگر ہو سکتا ہے جب ان سے منسوب غیر مصدقہ باتوں کو علم و تحقیق کی روشنی میں رد کیا جائے اور ان کے اصل پیغام کو نمایاں کیا جائے جو قرآن و سنّت، اخلاص، علم، اور روحانیت پر مبنی تھا۔

شیخ علی ہجویری کی طرف منسوب غلط باتوں کا ازالہ تحقیق کے تناظر میں

حدیث کے مطابق شک والی بات کو چھوڑ کر یقین والی بات کو اپنانے کا حکم دیا گیا، چنانچہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: دع ما یریبک الی مالا یریبک اور کہیں فرمایا جس نے اپنے آپ کو شبہات سے بچا لیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچا لیا۔ اور کہیں فرمایا ایک مؤمن دوسرے مؤمن کیلئے آئینہ کی مانند ہے ان احادیث کی روشنی میں جو جو باتیں شیخ علی ہجویری کی طرف غلط منسوب ہیں یا شک و شبہات میں پڑنے کا اندیشہ ہے ہم ان غلط فہمیوں کے ازالہ کی تحقیق کے تناظر میں کوشش کریں گے۔

ازالہ غلط فہمی نمبر ۱: کیا میراں حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری پیر بھائی تھے؟

حضرت شیخ علی ہجویری کی لاہور آمد کے سلسلہ میں بھی غلط روایات عوام و خواص میں مشہور ہو گئیں اور یہ کثرت کے ساتھ تذکروں میں پائی جاتی ہیں اب ہر شخص بلا چون و چرا اسے تسلیم کرتا جا رہا ہے اور اس کا منکر بدعقیدہ اور بدمذہب ہونے کی تہمت سے نہیں بچ سکتا۔ ان اختراعات اور الحاقی باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ داتا صاحب کے پیر بھائی میراں حسین زنجانی لاہور میں آپ کی آمد سے قبل موجود تھے کچھ مدت کے بعد حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ علی ہجویری سے فرمایا کہ لاہور جاؤ اور وہیں رہو۔ شیخ علی ہجویری نے عرض کیا: حسین زنجانی وہاں ہیں۔ پیر نے فرمایا کہ تم جاؤ۔ جب علی ہجویری ان کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو اس وقت رات ہو چکی تھی۔ اگلی صبح لوگ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ اٹھائے باہر نکلے۔

اس قسم کی محیر العقول الحاقی روایات جن کو پڑھ کر انسانی عقل و خرد کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے اس غلط روایت کی تشہیر کہاں سے ہوئی تو دراصل حضرت خواجہ حسن سنجری فوائد الفواد میں علی ہجویری کی آمد کے متعلق رقمطراز ہوئے جس کے بعد یہ روایت زدعام و خاص ہو گئی وہ یہ ہے:

شیخ حسین زنجانی و شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہما ہر دو مرید یک پیر بودہ اند وآں پیر قطب عہد بودہ است شیخ حسین زنجانی ازدیر باز ساکن لہاور بود بعد از چند گاہ پیر ایشاں خواجہ ہجویری رافرمودہ کہ در یہاور رود ساکن شو شیخ علی ہجویری عرض داشت کر کہ حسین زنجانی آنجاہست پیر فرمودہ کہ توبرو وچوں علی ہجویری بحکم اشارت ایشان در یہاور درآمد شب بود بامداد آں جنازہ شیخ زنجانی رابیروں آوردید۔[1]

شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہادونوں ایک پیر کے مرید تھے اور وہ پیر اپنے زمانہ کے مقام قطبیت پر فائز تھے شیخ حسین زنجانی بہت عرصہ سے لاہور میں رہائش پذیر تھے کچھ مدت کے بعد ان کے پیر نے شیخ علی ہجویری سے فرمایا کہ لاہور جائیں اور وہاں ہی رہائش پذیر ہوں ۔شیخ علی ہجویری نے عرض کی کہ وہاں حسین زنجانی موجود ہیں پیر نے حکماً فرمایا تم جاؤ۔جب شیخ علی ہجویری ان کے حکم کے مطابق لاہور پہنچے تو اس وقت رات ہو چکی تھی اگلی صبح لوگ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ اٹھائے باہر نکل رہے تھے۔

اس الحاقی روایت کا تنقیدی جائزہ

پہلی دلیل اور الحاقی روایت کا بطلان تاریخی تناظر میں

تاریخ کا ایک اہم مقام ہے یہاں تک کہ قرآن کا بھی ناسخ و منسوخ آیات کا اور کئی احادیث کا بھی ناسخ و منسوخ اور راویوں کے معاملات ،تقدم و تاخر،راجح و مرجوح کا تعلق بھی تاریخی شواہد سے وابستہ ہے مذکورہ روایت کو اگر تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو بطلان واضح ہو جاتا ہے حضرت شیخ علی ہجویری کی ایک تحقیق کے مطابق تاریخ وصال ۴۶۵ھ یا ۴۵۶ھ ہے جس پر چند حوالہ جات موجود ہیں۔

الحاقی روایت کے بطلان پر دوسری دلیل

یہ روایت فوائد الفواد کی ہے اور اس کتاب کے متعلق علم تاریخ کے ممتاز عالم پروفیسر شجاع الدین ماہنامہ دار الفرقان بابت ماہ جنوری ۱۹۵۵ء میں اپنے ایک مضمون بعنوان 'حسن سنجری' میں لکھتے ہیں:

ان ملفوظات میں بہت سی الحاقی باتیں بھی شامل ہو چکی ہیں ہمارے بیشتر اکابر کی تصانیف میں تحریف ہو چکی ہے بسا اوقات ایک ہی کتاب کے دو نسخے ہوتے ہیں جو باہمی مطابقت نہیں رکھتے اسی طرح کئی فرضی کتابیں مثلاً شجاع حیدری، دیوان خواجہ معین الدین حسن اجمیری، دیوان خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ اور دیوان زیب النساء وجود میں آچکی ہیں۔اس کتاب کی شہرت عام ہونا کوئی ثقاہت اور مضبوطی کی دلیل نہیں ہے حضرت امام المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے تک شیخ بوعلی قادری کی مثنویات اور رسائل عام ہو چکے تھے لیکن شیخ محقق و محدث نے انہیں مخترعات عوام بتایا ہے اب دونسخوں کے اعتبار سے مثلاً تزک جہانگیری کو لے لیں اس کے مختلف نسخوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے غنیۃ الطالبین، شمع شبستان رضا،جب لوگ احادیث کا اختراع کرکے صحاح ستہ میں شامل کردیتے ہیں بھر تذکار صوفیہ کا کیا کہنا،پھر عصر حاضر میں تو قرآنی نسخوں میں بھی تاج کمپنی اور قدرت اللہ دونوں کا بہت فرق ہے۔[2]

الحاقی روایت کے بطلان پر تیسری دلیل

اس اختراعی روایت میں شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری کو پیر بھائی ظاہر کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں بزرگ ہم عصر تھے جبکہ تاریخی شواہد پر نظر ڈالی جائے تو یہ دونوں بزرگ ہم زمانہ نہیں ہیں بلکہ شیخ حسین زنجانی اور خواجہ معین الدین چشتی ہم عصر ہم صحبت ہیں چنانچہ سیر العارفین کے مصنف شیخ جمالی نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا:

حضرت شیخ المشائخ حسین زنجانی کہ پیر حضرت شیخ سعد الدین حمویہ قدس روحہ است در صدر حیات بود میاں حضرت زبدۃ المشائخ والاولیاء معین الحق والدین قدس سرہ وحضرت شیخ المشائخ والاولیاء شیخ حسین زنجانی قدس سرہ محبت واتحادی فوق الحد واقع شد[3]

حضرت شیخ المشائخ حسین زنجانی جو حضرت شیخ سعد الدین کے پیر ہیں ان دونوں حیات تھے حضرت زبدۃ المشائخ والاولیاء حق اور دین کے مدد گار اور حضرت شیخ المشائخ والاولیاء حسین زنجانی رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان حد سے زیادہ محبت تھی لیکن اس میں ربط وضبط موجود تھا۔

الحاقی روایت کے بطلان پر چوتھی دلیل

تحقیقات چشتی کی تحقیق کے مطابق حضرت شیخ زنجانی ۶۰۴ھ میں فوت ہوئے جبکہ صاحب خزینۃ الاصفیاء مفتی غلام سرور قادری کی تحقیق کے مطابق ۶۰۰ھ میں میراں حسین زنجانی کا سن وفات ہے اس تحقیق کے مطابق حضرت شیخ علی ہجویری کو انتقال کیے ۱۳۹، ۱۳۵ سال گذر چکے تھے۔ اب آپ خود ہی نتیجہ نکالیں جب ایک صدی کا کم و بیش فرق پڑ رہا ہے تو جنازہ والی روایت کہاں تک درست ہے؟

الحاقی روایت کے بطلان پر پانچویں دلیل

صاحب فوائد الفواد کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ علی ہجویری کے شیخ حضرت ابوالفضل محمد بن حسن ختلی نے انہیں اپنی ظاہری حیات طیبہ میں ہی حسین زنجانی کی جگہ لینے کیلئے لاہور بھیج دیا تھا حالانکہ کشف المحجوب میں تحریر اس کے برعکس ہے:

آں روز کہ وی را وفات آمد بہ بیت الجن بود وآں دیھی است بر سر عقبہ میاں بانیاروردمشق سر بر کنار من داشت[4]

جس دن شیخ کا انتقال ہوا وہ بیت الجن میں تھے یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو عقبہ جانے والی سڑک پر دمشق کے قریب بانیارور کے کنارے واقع ہے وفات کے وقت پیر و مرشد کا سر ولایت میرے زانو پر تھا۔

اب آپ نتیجہ خود مستنبط کریں کہ خزینۃ الاصفیاء میں آپ کے پیر و مرشد کی تاریخ وصال ۴۵۳ھ جبکہ پروفیسر شیخ عبد الرشید نے ۴۶۰ھ یوم انتقال ذکر کیا ہے اور صاحب تحقیقات چشتی کی تحقیق کے مطابق حضرت حسین زنجانی کی لاہور میں آمد ۵۵۷ھ کو ہوئی۔ ماحصل یہ ہوا کہ حضرت ختلی کی وفات کے ۹۷ یا ۱۰۴ سال بعد ان کا انتقال بقول چشتی ۶۰۴ھ کو ہوا تھا اب خود ہی بتائیں کہ شیخ علی ہجویری کی حضرت حسین زنجانی کی وفات پر آمد کیسے ممکن ہے؟

الحاقی روایت کے بطلان پر چھٹی دلیل

فوائد الفواد کی من گھڑت روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ علی ہجویری اور شیخ میراں حسین زنجانی کا زمانہ ایک تھا حالانکہ حضرت خواجہ معین الدین کے ایک ہم عصر مؤرخ منہاج سراج جوزجانی اپنی مشہور تصنیف طبقات ناصری میں خواجہ کا ذکر خیر یوں کرتے ہیں:

ابن داعی از ثقہ شنید کہ از معارف جبال بلاد تولک بود ولقب معین الدین اومی گفت کہ من دراں تشکر باسلطان غازی بودم

اس دعا کرنے والے نے مضبوط لوگوں سے یہ سنا ہے کہ بلاد جبال کا ایک فرد جس کا لقب معین الدین تھا یہ کہتا تھا کہ میں سلطان (شہاب الدین غوری) کے لشکر میں غازی کی حیثیت سے شامل تھا۔

اب مزید تاریخ بتاتی ہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری نے جس جنگ میں شرکت فرمائی تھی وہ ترائن کی دوسری جنگ تھی جو ۱۱۹۲ء میں لڑی گئی تھی حضرت شیخ علی ہجویری نے ۱۰۷۲ء میں اس کے فوراً بعد انتقال فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن دنوں میں خواجہ صاحب لاہور میں حسین زنجانی کے ساتھ مقیم تھے ان ایام میں حضرت شیخ علی ہجویری کو دنیا سے پردہ کیے کم و بیش ایک صدی گذر چکی تھی معلوم ہوا کہ شیخ علی ہجویری اور شیخ میراں حسین زنجانی کا زمانہ ایک نہیں تھا لہٰذا فوائد الفواد کی روایت من گھڑت ہے۔

الحاقی روایت کے بطلان پر ساتویں دلیل

فوائد الفواد حضرت خواجہ محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین کے ملفوظات ہیں شیخ علی ہجویری کی لاہور میں آمد کے متعلق جو روایت اس میں درج ہے وہ صحیح اس لیے نہیں معلوم ہوتی کیونکہ فوائد الفواد ہی کی ایک تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب کا بغور مطالعہ فرمایا تھا جہاں شیخ علی ہجویری نے اپنی تالیف میں یہ درج فرمایا ہے کہ جب حضرت ختلی کا بیت الجن میں انتقال ہوا تو ان کا سر میرے زانو پر تھا یہ تحریر لازما خواجہ کی نظر سے گذری ہوگی کیونکہ آپ نے اس کتاب کو کامل مرشد کا رتبہ دیا ہے اس لیے حضرت محبوب الٰہی ایسی من گھڑت بات کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت ختلی علیہ الرحمہ نے انہیں حضرت زنجانی کا سجادہ نشین بننے کیلئے لاہور بھیجا وہ رات کے وقت لاہور پہنچے اور اگلی صبح حضرت شیخ میراں حسین زنجانی کا جنازہ اٹھا۔ ان تمام شواہد کے پیش نظر اس سے حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ حضرت ختلی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۵۳ھ یا ۴۶۰ھ میں انتقال فرمایا ان کی وفات کے بعد ہی حضرت شیخ علی ہجویری کی لاہور آمد ہوئی اور انہوں نے ۴۶۹ھ یا بعد ازاں فوراً انتقال فرمایا اور حضرت شیخ علی ہجویری کے انتقال کے ۱۱۲ برس بعد حضرت شیخ زنجانی کی لاہور آمد ہوئی اور انہوں نے تقریباً ۴۳ یا ۴۷ سال قیام کرنے کے بعد ۶۰۰ھ یا ۶۰۴ھ میں وفات پائی۔

ازالہ غلط فہمی نمبر ۲: لاہور کی مسجد سے بیت اللہ کا مشاہدہ کیا ممکن؟

اس مادی اور سائنسی دور کے بعض منکرین اولیاء کرام شیخ علی ہجویری کی اس کرامت پر اعتراض کرتے ہیں جو آپ سے خرق عادت مسجد قباء والی سنت نبوی بجالاتے ہوئے ظاہر ہوئی آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب مکۃ المکرمہ سے ہجرت کی تو مدینہ منورہ میں سب سے پہلے مرکز اسلام مسجد قباء کی صورت میں قائم کیا جس کا ذکر خود خالق نے قرآن مجید میں یوں ذکر کیا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ-فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا-وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ[5] حضرت شیخ علی ہجویری نے جب لاہور میں قیام کیا تو اولاً اپنے خرچہ سے مزدوروں سے مل کر خوبصورت غالباً ۴۳۱ھ میں مسجد کا سنگ بنیاد رکھا جب شیخ علی ہجویری نے یہ مسجد تعمیر کرائی تو اس کی سمت پر اعتراض کیا گیا کہ یہ درست نہیں ہے آپ یہ اعتراض سن کر خاموش ہو گئے جب تعمیر مسجد سے فراغت ہوئی تو آپ نے تمام علماء و فضلاء کو بلایا اور خود منصب امامت پر فائز ہوئے۔ نماز کے بعد حاضرین سے ارشاد فرمایا: تم لوگ اس مسجد کے قبلے پر اعتراض کرتے تھے اب دیکھ لو قبلہ کی سمت کس طرف ہے لوگوں نے جب قبلہ کی جانب دیکھا تو یکبارگی کعبہ سب کو بالمشافہ نظر آیا۔ علماء کی نظروں سے سب حجابات اٹھا دیے گئے اور بالخصوص خانہ کعبہ کو اپنی آنکھوں سے سیدھے دیکھتے ہوئے ندامت اٹھانی پڑی اور آپ سے معذرت چاہی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کی لاہور میں یہ پہلی کرامت تھی جو شہر لاہور میں یکایک ہر طرف پھیل گئی رفتہ رفتہ آپ ہندوستان میں قطب الاقطاب اور قطب الارشاد جیسے عظیم القاب سے مشہور ہو گئے۔ چونکہ آج کل تحریف درعبارات عام ہے اس لیے ہم اصل عبارت ذکر کرتے ہیں تاکہ آپ کی امامت گاہ پر جو تختی صدری روایت کے ساتھ چسپاں ہے اس کی تحقیق بھی اظہر من الشمس ہو جائے، سفینۃ الاولیاء میں دارشکوہ قادری نے اس عبارت کو یوں ذکر کیا:

مسجد یکہ خود ساختہ بودند محراب آں نسبت بمساجد دیگر مائل بہ سمت جنوب است گوئند علماء آں وقت بر شیخ دریں باب اعتراض کردند روزے ہمہ راجمع نمودند خود امام شدہ درآں مسجد نماز گزارند و بعد از نماز بحاضراں گفتند کہ نگاہ کنید کہ کعبہ بکوام سمت ایست حجابہا از میاں برخاست و کعبہ مجازی نمود[6]

ایک مسجد جو آپ نے خود تعمیر کی تھی اس کا محراب دوسری مسجدوں کی نسبت جنوب کی جانب جھکنے والا تھا اس وقت کے علماء نے شیخ ہجویری پر اس سمت کے بارے میں اعتراض کر دیا آپ نے سب کو ایک دن جمع کیا اور خود امام بن کر اس مسجد میں نماز پڑھانے لگے۔ نماز کے بعد جو وہاں

اقتداء میں موجود تھے انہیں فرمایا کہ تم دیکھو تو سہی کعبۃ اللہ کی سمت کس طرف ہے درمیان سے سارے پردے اور رکاوٹیں اٹھ گئیں اور کعبہ مجازی مقتدیوں نے دیکھ لیا۔

اس مشہور کرامت پر عصر حاضر کے مادی اور سائنسی دور کے لوگوں نے اعتراض کر کے اہل محبت کو غلط فہمی میں مبتلا کر دیا کہ لاہور اور حجاز مقدس کے درمیان میں طویل مسافت کا فاصلہ پایا جاتا ہے یہ کرامت کیسے صداقت پر محمول ہو سکتی ہے؟

پہلا جواب وازالہ شبہ

یہ اعتراض کرامت کا مفہوم نہ جاننے اور اس کے انکار کے زاویہ میں ہوتا ہے حالانکہ کرامت کا حق ہونا قرآن سے ثابت ہے جس طرح قرآن مجید میں ہے کہ حضرت مریم علیہاالسلام کے پاس بے موسمے پھل آتے تھے[7] اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے خالہ زاد بھائی آصف بن برخیابن شمعیابن منکیل جو آپ کا ایک قول کے مطابق سیکرٹری تھا کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دینا[8] وغیرہ

تصرف اولیاء کی صداقت پر علامہ سیوطی وآلوسی کا تبصرہ

مسلمہ محدث امام جلال الدین السیوطی وغیرہ کے تبصرہ سے قبل یہ بات ذہن نشین رہے کہ عبداللہ بن شداد نے کہا جب بلقیس حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے ملک سے ایک فرسخ یعنی تین شرعی میل جو ساڑھے چار انگریزی میل کے مساوی ہیں۔ امام سیوطی لکھتے ہیں:

حضرت سلیمان علیہ السلام کے کاتب نے کہا اپنی نظر اٹھایئے انہوں نے نظر اٹھائی پھر نظر اٹھائی تو تخت سامنے موجود تھا۔[9]

علامہ السید محمود آلوسی حنفی نے کیا کمال لکھا:

شیخ اکبر قدس سرہ نے کہا ہے کہ آصف نے عین عرش میں تصرف کیا تھا اس نے اس جگہ عرش کو معدوم کر دیا اور حضرت سلیمان کے سامنے موجود کر دیا کیونکہ مرد کامل کا قول اللہ کے لفظ کن کی طرح ہے۔[10]

اور علامہ ابوالحسن ابراہیم بن عمر ابقاعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

جس طرح ہماری شریعت میں اللہ تعالی اپنے ولی کی آنکھ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ اور پیر ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالی کی صفات کا مظہر بن کر تصرف کرتا ہے اسی طرح آصف بن برخیا نے بھی اس تخت پر تصرف کیا۔

جب قرآن نے آصف بن برخیا کے تصرف کو بیان کیا ملا جیون نے نورالانوار میں لکھا:

اگر پہلی شریعت کی کوئی بات یا واقعہ قرآن نے بلا انکار بیان کیا ہو وہ ہمارے لیے حجت اور دلیل بنتا ہے جس طرح قصاص کا مسئلہ سابقہ شرائع سے قرآن میں بلا نکیر وارد ہوا ہے اسی طرح یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ امت محمد یہ امت سلیمان سے افضل ہے بحکم نبوی خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم الخ لہذا شیخ علی ہجویری کی کرامت برحق ہے لاہور میں کھڑے کعبۃ اللہ کا دیدار کرایا جاسکتا ہے

دوسرا جواب وازالہ شبہ

قانون قدرت ہے کہ جب اللہ تعالی اپنے بندوں (انبیاء واولیاء) پر انعام واکرام فرماتا ہے تو ان کے درمیان سے پردے ہٹ جاتے ہیں اور وہ طویل مسافت اور پوری کائنات کا مشاہدہ کر لیتے ہیں آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کی گواہی اس مسئلہ میں کافی ہے خرج منی نور اضاءت لہ قصورالشام آپ مخدومہ کائنات حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ مجھ سے ایک ایسے نور کا ظہور ہوا جس سے مکہ میں ہوتے ہوئے شام کے محلات اور ان کی چمک کو دیکھا۔

قرآن سے استدلال

نمبر ا:اس کی مثال قرآن میں بھی موجود ہے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا:

فلما تجلی ربہ (11)

اس آیت کے تحت صاحب تفسیر ابن کثیر دمشقی کا تبصرہ پڑھیں آپ رقمطراز ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر تجلی پڑی تو آپ کی نظر اس قدر تیز ہوگئی کہ دس کوس کی مسافت سے تاریک رات میں بھی کسی چٹان پر چلتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔

نمبر ۲:اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے متعلق واضح فرمان ہے:

وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموت والارض (12)

اس آیت کی تفسیر میں قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

واقعہ اس طرح ہوا کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا اور پردے اٹھا دیے گئے وہیں سے تمام آسمان وزمین کے یہاں تک کہ عرش بریں اور اسفل السافلین سب کا مشاہدہ کر دیا گیا انتہا یہ کہ آپ نے جنت کے اندر اپنی جگہ دیکھ لی۔ (13)

اور تفسیر ابن کثیر کے زیر آیت یوں ہے:

ابراہیم علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے سے آسمان پھٹ گئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام آسمان کی سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک جا پہنچی اور ساتوں زمینیں ان کیلئے کھل گئیں اور زمین کے اندر کی چیزیں دیکھنے لگے۔ (14)

علامہ آلوسی اور تصرف ابراہیمی

علامہ آلوسی مذکورہ آیت کے تحت لکھتے ہیں:

فانه علیه السلام فرجت له السموت السبع فنظرالی مافیہن حتی انتہی نصره الی العرش وفرجت لی الارضون السبع فنظرالی مافیہن (15)

بلاشبہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کیلئے ساتوں آسمان کھل گئے (حجابات ہٹ گئے) پھر جو جو چیز آسمان میں تھی آپ نے اس کا مشاہدہ کر لیا یہاں تک کہ آپ کی نظر عرش تک جا پہنچی اور کھول دی گئیں ان کیلئے ساتوں زمینیں اور جو کچھ ساتوں زمینوں میں تھا۔

حدیث اور تصرف نبوی

یہ سابق میں تو تصرف ابراہیمی کا ذکر ہے اب تصرف نبوی کا حدیث مبارکہ سے ملاحظہ کریں:

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے ہمیں نماز ظہر پڑھائی صفوں کے آخر میں ایک آدمی تھا اس نے نماز میں غلطی کر دی جب اس نے سلام پھیرا تو آقاعلیہ الصلوۃ والسلام نے اسے بلا کر فرمایا:اے فلاں!اللہ سے کیوں نہیں ڈرتا تو نے دیکھا نہیں کہ تو نے کیسے نماز پڑھی۔

انکم ترون انه یخفی علی شیء مماتصنعون واللہ انی لاری من خلفی کمااری من بین یدی (16)

کیا تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس میں سے ہم سے کوئی پوشیدہ رہے گی قسم بخدا جیسے میں آگے دیکھتا ہوں ایسے ہی پیچھے دیکھتا ہوں۔

اور ایک روایت کے الفاظ یوں بھی ہیں:

فعلمت مافی السموت والارض

زمین وآسمان کے اندر جو چیز ہے میں نے اس کو جان لیا۔

اور تیسری روایت میں یوں بھی الفاظ ملتے ہیں:

فتجلی لی کل شیء وعرفت

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو میرے لیے روشن کر دیا اور میں نے اس کو پہچان لیا۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو غیب کا علم بھی دیتا ہے اور مشاہدہ بھی کرواتا ہے اب اگر یہ سوال پیدا ہو کہ یہ تو انبیاء کرام کا خاصہ ہے اولیاء اللہ ایسی نظر نہیں رکھتے تو اس کا جواب یہی ہے کہ انبیاء کرام کے توسل اور فیضان سے ہی اللہ تعالیٰ اولیاء کرام کو بھی یہ شرف عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ اس پر قرینہ محدث ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت ہے:

ان النفوس الزکیة القدسیة اذاتجردت عن العلائق البدنیة خرجت و اتصلت بالملأ الاعلی ولم یبق له حجاب فتری الکل کالمشاہدبنفسہا اوباخبار الملک بہا[17]

پاک اوصاف نفس جبکہ بدنی رکاوٹوں سے خالی ہو جاتے ہیں تو ترقی کر کے بزم بالا سے مل جاتے ہیں اور ان پر کوئی پردہ بھی باقی نہیں رہتا پھر وہ تمام اشیاء کو مثل محسوس وحاضر کے دیکھتے ہیں خواہ وہ اپنی ذات یا فرشتے کے الہام سے ہو۔

حضور سیدی قطب ربانی محبوب سبحانی غوث اعظم صمدانی شہباز لامکانی حضرت سید الاولیاء شیخ عبد القادر جیلانی میراں محی الدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

نظرت الی بلاداللہ جمعا كخردلة على حكم اتصال[18]

میں نے اللہ کے سارے شہروں کو اس طرح دیکھ لیا ہے جیسے رائی کے چند دانے۔

اور امام المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ زبدۃ الاسرار میں بہجۃ الاسرار کے حوالہ سے حضور غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد یوں نقل کرتے ہیں:

قالؒ یاابطال یاابطال هلموا وخذواعن هذاالجزء الذی لاساحل له غیره وعزة ربی ان العداء والاشعیاء یعرضون علی وان بوبوءه عینی فی اللوح المحفوظ و اناغائض فی بحارعلم اللہ[19]

اے بہادرو! اے بہادرو! اے بہادرو! آؤ اور اس دریا سے کچھ لے لو جس کا کنارہ ہی نہیں قسم ہے میرے رب کی عزت کی تحقیق نیک بخت اور بدبخت لوگ مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں اور ہمارا گوشہ چشم لوح محفوظ میں رہتا ہے اور میں اللہ کے علم کے سمندر میں غوطہ لگا رہا ہوں۔

یوں ہی علامہ جامی قدس سرہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں:

حضرت عزیزاں علیہ الرحمہ گفتہ اند کہ زمین در نظر ایں طائفہ چوں سفرہ ایست وما بے گوتم کہ چوں ناخنے است ہیچ چیز از نظر ایشاں غائب نیست[20]

حضرت عزیزاں علیہ الرحمہ نے فرمایا: اس گروہ اولیاء کی نظر میں زمین دستر خوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی طرح کہ کوئی چیز ان کی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

اور عارف رومی مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں رقمطراز ہیں:

سرمہ کن در چشم خاک اولیاء تا بہ بینی ابتدا تا انتہا

کاملاں ازدور نامت کشوند　　نابقصد ناروپودت دررووند

ملکہ پیش ازدادن توسالہا　　دیدہ باشندت کندیں حالہا

حال تودانند یک یک موبمو　　زانکہ پرستند ازاسرار ہو

اولیاء کرام کی مٹی کا سرمہ آنکھ میں ڈال تاکہ توشروع سے آخر تک حقیقت دیکھ لے۔کامل لوگ دور سے تیرانام سنتے ہیں یہاں تک کہ آگ اور تندور کو جانتے ہیں۔بلکہ تیرے پیدا ہونے سے پہلے کئی سال اس حال کو دیکھ لیتے ہیں۔تیراایک ایک جال اور بال جانتے ہیں کیونکہ یہ اللہ تعالی کے اسرار سے پر ہیں۔

موجودہ ٹیکنالوجی کے ذریعے کرامت کے ثبوت کو تقویت

یہ بات بعید از قیاس نہیں بلکہ ولی اللہ کی کرامت ہے دور جدید میں اگر ٹیلی ویژن جو کہ ایک معمولی سا آلہ ہے اس کے ذریعے گھر بیٹھے روئے زمین کی نشریات دیکھ سکتے ہیں امریکہ کا ہر شہری مخصوص عینک کے ذریعے خلائی گاڑی اور اس کے سوار کی حرکتیں دیکھ سکتے ہیں اور خلائی گاڑی کا کنٹرولر ایک آلہ کے ذریعے بقول اس کے چاند پر اتر کر وہاں کی تمام حرکتوں کو دیکھ سکتا ہے تو اللہ کا مقرب،اللہ کا ولی،اللہ کا دوست بھی فرش زمین پر بیٹھ کر عرش مقدس کو دیکھ سکتا ہے۔ٹیلی ویژن کے ذریعے دنیا کو دیکھتے ہو یہ تمہاری نظر ہے اور ولی اللہ اپنی آنکھ سے کائنات کو دیکھتا ہے یہ خدا کے دوست کی نظر ہے۔تم عینک کے ساتھ خلائی گاڑی کے سوار کو دیکھ سکتے ہو تو ولی اللہ،اللہ تعالی کی عطا کردہ قوت بصارت سے عرش اعلیٰ کو دیکھ سکتا ہے کیونکہ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے:

اتقو افراسة المؤمن فانه ينظربنورالله(21)

مؤمن کی فراست سے بچ کر رہو کیونکہ بظاہر آنکھیں اس کی ہوتی ہیں لیکن وہ اللہ کے نور سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

حدیث بخاری کا بھی یہی مطلب ہے کہ بندہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرتا رہتا ہے پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔اس حدیث قدسی کا مطلب یہ ہے کہ جب بندہ مجھے منالیتا ہے میں پھر اس کو اپنی طاقتوں کا مظہر بنادیتا ہوں ۔اسی کا اظہار واعتراف ایک ولی نے دوسرے ولی کے بارے میں کیا یعنی حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا　　ناقصاں راپیر کامل کاملاں رارا ہنما

لہٰذا حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور کی مسجد میں بیٹھ کر علماء کرام کو کعبۃ اللہ کی زیارت کرادی اور یہ عقلاً ونقلاً بعید از قیاس نہیں۔

ازالہ غلط فہمی نمبر ۳: کیا پیر عزیز الدین مکی شیخ علی ہجویری کے استاذ تھے؟اور کیا آپ کے مزار سے قبل ادھر کی حاضری لازمی ہے؟

غلط العوام میں سے یہ غلطی بھی شہرہ آفاق ہو چکی ہے کہ حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا حکم ہے کہ میرے پاس یعنی مزار پر حاضر ہونے سے پہلے میرے استاد محترم پیر عزیز الدین مکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی کر کے حاضری دے کر پھر میرے پاس آؤ۔

ازالہ غلط فہمی کا جواب نمبر ا

آپ کے اساتذہ اور مقامات تعلیم تمام تاریخ نگاروں نے بھی ذکر کیے اور خود شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں ذکر فرمایا مزید بر آں یہ کہ سن وفات بھی ذکر کیا جس سے معاصرت کا علم ہوتا ہے لیکن ان اساتذہ کرام میں سے عزیز الدین نامی کوئی استاذ نہیں گزرے اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی بمع تاریخ وفات ملاحظہ ہوں:

۱۔ حضرت ابو القاسم عبد الکریم بن ہوازن القشیری۔۴۶۵ھ / ۱۰۷۲ء
۲۔ حضرت ابو عباس احمد بن محمد الشقانی ۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء
۳۔ پیر و مرشد و استاذ حضرت ابو الفضل محمد بن حسن الختلی ۴۵۳ھ / ۱۰۶۱ء
۴۔ حضرت ابو القاسم علی گرگانی طوسی ۴۵۰ھ / ۱۰۵۸ء
۵۔ حضرت ابو سعید فضل اللہ بن ابو الخیر بن احمد المیہنی ۴۴۰ھ / ۱۰۴۸ء
۶۔ حضرت ابو احمد المظفر بن احمد بن حمدان ۴۳۵ھ
۷۔ حضرت ابو الحسن بن احمد خرقانی ۴۲۵ھ / ۱۰۳۳ء
۸۔ حضرت ابو عبد اللہ محمد بن علی داغستانی ۲۵۵ھ / ۸۶۹

ان مذکورہ اساتذہ کرام کا آپ نے کشف المحجوب کے مختلف مقامات پر مختلف حوالوں سے تذکرہ کیا ہے پیر عزیز الدین مکی کا ذکر کشف المحجوب میں کہیں بھی نہیں ملتا۔

ازالہ غلط فہمی کا جواب نمبر ۲

پیر مکی کی ہسٹری تاریخی تناظر میں قرب زمانہ بھی ثابت نہیں اور نہ ہی علاقہ کی مناسبت واضح ہوتی ہے آپ بغداد کے مضافات سے ایک بستی کے رہنے والے تھے آپ کے والد گرامی کا اسم گرامی سید عبد اللہ تھا جو خورد و نوش کی اشیاء فروخت کرتے تھے آپ کی پیدائش تقریباً ۵۳۵ھ سے ۵۴۵ھ متوقع ہے بحوالہ لاہور میں اسلام کے سفیر از عابد نظامی مکۃ المکرمہ میں بارہ سال مقیم رہنے اور بیت اللہ کی مجاورت اور ہمہ وقت عبادت وریاضت کے سبب شیخ مکی کے خطاب سے ملقب ہوئے اور آپ کا تاریخ ولادت اور فیض عالم کا دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ شیخ علی ہجویری کے انتقال کے تقریباً ایک سو دس (۱۱۰) برس بعد لاہور میں آپ نے سلسلہ رشد وہدایت جاری رکھا اور تقریباً ستر سال کی عمر میں ۶۱۲ھ / ۱۲۱۵ء کو وفات ہوئی۔ آپ کا مزار شیخ علی ہجویری کے مزار کے قریب دربار روڈ (راوی روڈ) شمالی جانب شیخ علی ہجویری کے مزار شریف کے تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلہ پر دریائے راوی کے مشرقی کنارے آپ نے سکونت اختیار کر لی تھی۔[22]

ازالہ غلط فہمی کا جواب نمبر ۳

حضرت شیخ علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے کشف المحجوب میں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین کا ذکر کیا اور تواریخ لاہور پر لکھی جانے والی کثیر تعداد میں کتب موجود ہیں کہیں بھی پیر عزیز الدین مکی کا تذکرہ موجود نہیں اور اگر کہیں کسی مؤرخ نے ذکر بھی کیا ہے تو شیخ علی ہجویری کو ان کا شاگرد کہیں بھی ذکر نہیں کیا بالخصوص شیخ علی ہجویری تو خود اس کے قائل ہیں:

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ[23]

صالحین کے ذکر کے وقت اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اور یہ بھی حضرت ابن عباس کا فرمان ہے:

البرکۃ مع اکابرکم[24] برکت تو تمہارے بڑوں کے ساتھ ہوتی ہے۔

نیز علی وجہ التسلیم اگر ہو تو بھی کہاں صراحت ہے کہ شیخ علی ہجویری نے ان سے فلاں مقام میں فلاں علم حاصل کیا ہے تذکرہ اور مقامات تعلیم کا مفقود ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ لوگوں نے بلا تحقیق غلط انتساب کر دیا ہے۔

ازالہ غلط فہمی نمبر۴: کیا شیخ علی ہجویری نے لاہور میں مزارات اولیاء پر حاضری دی

یہ بھی عوام وخواص میں مشہور ہو تا جارہاہے کہ مؤمن پورہ جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو روڈ واقع مزار بی بی پاکدامن پر بھی حضرت شیخ علی ہجویری حاضر ہوئے اور یہ مائی صاحبہ اور دیگر چند عورتیں حضرت امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ کے حکم پر ۹ محرم الحرام کو کربلا سے روانہ ہوئیں اور یہ بھی مشہور ہے کہ جب یہ کربلا سے آئیں تھیں توان کے ساتھ سات سوچار(۷۰۴) آدمی حافظ قرآن بزرگ تھے اور یہ بھی مشہور کر دیا گیا کہ مقبرہ میں مدفون ٦ بیبیاں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور حضرت عباس کی ہمشیرہ رقیہ کبریٰ المعروف بی بی حاج زوجہ حضرت مسلم بن عقیل اور پانچ دیگر بیبیاں بی بی تاج، بی بی حور، بی بی نور، بی بی گوہر، بی بی شہباز جو حضرت عقیل برادر حضرت علی کی بیٹیاں ہیں۔

ازالہ غلط فہمی جواب نمبر۱

عرب وعجم کی کتب تواریخ اس بات پر شاہد ہیں کہ جو نفوس قدسیہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقام طف یعنی کربلا میں موجود تھیں ان میں سے آخری دم تک کسی نے آپ کا ساتھ نہیں چھوڑا۔

ازالہ غلط فہمی جواب نمبر۲

حضرت شیخ علی ہجویری کی کشف المحجوب کی عبارت اس مذکور بات کی تردید کرتی ہے آپ حضرت سیدنا امام زین العابدین کے تذکرہ میں کربلا کا یوں بیان کرتے ہیں:

اندر کربلا یکشند وبجزوی کس نماند کہ بر عورات قیم بود ی واو نیز بیمار بود [25]

ان کے متعلق یہ بھی روایت آئی ہے کہ جب یزید کے آدمیوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو مع ان کے فرزندوں اور عزیزوں کو میدان کربلا میں شہید کر دیا اور حضرت امام سیدنا زین العابدین کے سواخواتین کی حفاظت کیلئے کوئی نہ رہا تو وہ بھی بیمار تھے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کربلا میں شہادتیں ہو چکی تھیں کوئی عورت ایسی نہیں تھی جو کربلا سے پاکستان آئے لہٰذا بی بی پاکدامن میں عورتوں کی کہانی محض من گھڑت اور تاریخی حقائق کے بالکل برعکس ہے۔

ازالہ غلط فہمی جواب نمبر۳

مذکورہ بات جہاں کشف المحجوب کے خلاف ہے وہاں تاریخی تحریرات ومشاہدات کے بھی خلاف ہے تمام کتب تاریخ میں ہے کہ اہل بیت کا قافلہ دمشق سے مدینہ منورہ گیا تھا اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی نیز یہ بات بھی واضح اور زائرین کرام کے مشاہدہ میں ہے کہ حضرت سیدہ رقیہ کبریٰ بنت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زوجہ حضرت مسلم بن عقیل شہید کوفہ کا روضہ اطہر ملک شام کے شہر دمشق میں اور سیدہ رقیہ صغریٰ بنت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم زوجہ عبدالرحمن بن عقیل کا مزار شہر قاہرہ ملک مصر میں موجود ہے لہٰذا شام ومصر میں ان کے مزارات کی تحقیق کے بعد مذکورہ بالا روایت کی نفی ہو جاتی ہے۔

ازالہ غلط فہمی جواب نمبر۴

بی بی پاکدامن کے نام سے یہی مذکورہ بالا روایت کا بطلان واضح ہو گا بی بی خالصتاً اردو زبان کا تلفظ ہے جس کے معانی ہیں: خاتون، شریف زادی، بہن، بیٹی، بڑی بوڑھی اور معزز عورتوں کو مخاطب کرنے کا ایک باعزت اور باادب جملہ ہے [26] اور اس کا دوسرا جز پاک داماں یہ فارسی

زبان کا اسم کیفیت ہے جو اردو زبان میں بھی پارسا اور باعصمت خاتون و مرد کیلئے استعمال ہوتا ہے بی بی پاکدامناں یا بیبیاں پاک دامن ناموں کی اس مرکب اضافی سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ مزارات شریفہ کا نام معروف اردو زبان کے وجود میں آنے کے بعد کے زمانے کا ہے۔

ازالہ غلط فہمی کا جواب نمبر ۵

تاریخی تناظر میں یہ بات بھی اظہر من الشمس وابیض من النہار ہے کہ اس زمانہ میں خطہ لاہور کی مذہبی، ثقافتی، تمدنی حیثیت اور دیگر بھی کسی پہلو سے کوئی اہمیت نہ تھی اور نہ ہی یہ بات معقول ہے کہ عورت زاد ہو کر کربلا جیسے دور دراز شہر سے لاہور جانے کا از خود قصد کرے یا بے سروسامانی کے عالم میں بھیجا جائے اگر اپنے دربار میں دشمن اہل بیت سے امان نہ تھی تو ہند میں دشمنان اسلام سے خیر اور بھلائی کی توقع کرنا خلاف عقل ہے۔

ازالہ غلط فہمی کا جواب نمبر ۶

یہ بھی خلاف عقل ہے کہ مسافرت کے دوران یہ قافلہ بغیر کسی مزاحمت اور معرکہ آرائی کے لاہور سے مؤمن پورہ کیسے پہنچا جبکہ اس وقت سرزمین ہند میں قدم قدم پر برہمنوں کی استبدادیت عروج پر تھی ساری روایت میں ان بزرگ اولیاء کا کوئی کردار سامنے نہیں آیا جن سے ان کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔

ازالہ غلط فہمی جواب نمبر ۷

تاریخ کا ایسا مقام ہے اور اس کو جھٹلایا نہیں جاسکتا جب ہم بی بی پاکدامناں کے نام وغیرہ اور احوال وغیرہ دیکھتے ہیں تو وہ بالکل تاریخ کے خلاف ہیں چند تاریخی شواہد ملاحظہ فرمائیں:

نمبر شمار	کتاب	مصنف	حوالہ
۱	تاریخ کامل	ابن اثیر	ج۳، ص ۲۸۳، ۳۸۲
۲	تاریخ طبری	علامہ ابو جعفر محمد جریر طبری	ج۴، ص ۲۳۰ / ج۵، ص ۱۵۳
۳	تاریخ ابن خلدون	علامہ عبد الرحمن ابن خلدون	ج۱، ص ۵۵۲، ۵۵۱ / ج۲، ص ۱۲۱
۴	منتخب التواریخ	حاج محمد ہاشم بن محمد علی خراسانی	فصل پنجم، ص ۱۳۲۔۱۳۵
۵	منتہی الامال	شیخ عباس قمی	ج۱، ص ۱۸۶۔۱۸۸
۶	مناقب آل ابی طالب	رشید الدین محمد بن علی	ج۳، ص ۳۹۵، ۳۰۴
۷	تاریخ اسلام	عبد الرحمن شوق	ج۲، ص ۳۸۷ / ج۳، ص ۵۴۱
۸	ذبح عظیم	سید اولاد حید فوق بلگرامی	ص ۱۹۷، ۱۹۵، ۲۰۰، ۲۰۲،
۹	تاریخ جلیلہ بی بی	غلام دستگیر نامی	=
۱۰	پاک دامناں لاہور اور بزرگان لاہور	غلام دستگیر نامی	=
۱۱	ماثر لاہور	سید ہاشمی فرید آبادی	ص ۱۷۶
۱۲	مزارات بی بی پاکدامناں اور مدینۃ الاولیاء	مؤرخ لاہور محمد دین کلیم قادری	=

ازالہ غلط فہمی نمبر ۸

اب عوام تو کیا خواص بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ شیخ علی ہجویری کا مزار شریف بادشاہی قلعہ کے تہہ خانے میں ہے جہاں خواجہ اجمیر نے اعتکاف وچلہ کشی کی یہ بات بھی درست نہیں ہے۔

نتیجہ تحقیق

اس تحقیقی مطالعے کے نتیجے میں یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ حضرت سیدنا علی بن عثمان ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، کی شخصیت علمی، فکری اور روحانی لحاظ سے نہایت مستند، متوازن اور شریعت کے تابع تھی۔ ان کی تصنیف کشف المحجوب اس حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ ایک ایسے صوفی تھے جنہوں نے روحانیت کو نہ صرف عقل اور شریعت کے دائرے میں بیان کیا بلکہ تصوف کی بنیاد کو کتاب و سنت، فقہ اور عقائدِ اہل سنت وجماعت پر استوار کیا۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ وقت گزرنے کے ساتھ بعض حلقوں نے حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، کے نام سے ایسی باتیں منسوب کر دیں جو یا تو عقلی طور پر غیر معقول تھیں، یا شرعی اصولوں سے متصادم، یا تاریخی سیاق وسباق سے ہٹی ہوئی۔ ان میں بعض صوفیانہ غلو پر مبنی اقوال، غیر مستند کرامات، یا عقائد سے ہٹی ہوئی نظریاتی نسبتیں شامل تھیں۔ اس آرٹیکل میں ان تمام من گھڑت روایات کا جائزہ لیتے ہوئے، ان کی تحقیق، تنقید اور تجزیہ کشف المحجوب اور دیگر معتبر تاریخی وعلمی مراجع کی روشنی میں کیا گیا۔ یہ نتیجہ اخذ کیا گیا کہ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، کا اصل پیغام توحید، اخلاص، علم، عمل، اخلاق، اور اتباعِ سنت پر مبنی تھا، اور انہوں نے بدعات، غلو، اور بے بنیاد روحانی دعووں کی واضح الفاظ میں نفی کی۔ ان کی تعلیمات نے نہ صرف برصغیر میں اسلامی تصوف کی صحیح بنیاد رکھی بلکہ اہل سنت کے متوازن عقائد کو روحانی پیرایہ میں عام کیا۔ لہٰذا، اس تحقیق کا حتمی نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی بزرگ ہستی کے افکار کو سمجھنے کے لیے صرف اقوال یا روایات پر اعتماد کافی نہیں، بلکہ اس کے اصل متون، تاریخی تناظر، اور فکری اسلوب کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، کی شخصیت کے ساتھ علمی انصاف اسی وقت ممکن ہے جب ان سے منسوب ہر قول کو کشف المحجوب اور دیگر معتبر مآخذ کی روشنی میں جانچا جائے، اور تصوف کو اس کی اصل علمی اور روحانی روح کے ساتھ فروغ دیا جائے۔

حوالہ جات/ References

1۔ سنجری، امیر حسن، (۱۴۳۳ء) فوائد الفواد، دہلی، اردو اکیڈمی، ج ۱، ص ۵۷

2۔ ہجویری، محمد سلیم، (۱۴۲۵ء) فاتح قلوب، لاہور، ہجویری فاؤنڈیشن، ص ۱۵۳

3۔ جمالی، حامد بن فضل اللہ، (۱۳۹۵ء) سیر العارفین، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ص ۴

4۔ ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۸ء) کشف المحجوب، لاہور، مکتبہ النوریہ الرضویہ، ص ۱۵۰

5۔ القرآن، التوبہ: ۱۰۸

6۔ ۱۔ قادری، دار شکوہ، (۱۴۰۷ء) سفینۃ الاولیاء، کراچی، نفیس اکیڈمی، ص ۱۶۴

۲۔ قادری، غلام سرور، (۱۴۱۴ء) خزینۃ الاصفیاء، لاہور، تصوف فاؤنڈیشن، ص ۲۳۲

7۔ القرآن، ال عمران: ۳۷

8۔ القرآن، النمل: ۴۰

9۔ السیوطی، جلال الدین،(۱۳۶۸ء) تفسیر جلالین، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۳۲۰

10۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، (۱۴۰۶ء) تفسیر روح المعانی، ملتان، مکتبہ امدادیہ، ۱۰/ ۲۰۲

11۔ القرآن، الاعراف:۱۴۳

12۔ القرآن، الانعام:۷۵

13۔ پانی پتی، ثناءاللہ ، (س ن) تفسیر مظہری، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ۳/ ۲۵۷

14۔ دمشقی، عمادالدین،(۱۴۲۵ء) تفسیر ابن کثیر،لاہور، زیر آیت فلما تجلی ربہ، ضیاءالقرآن پبلی کیشنز، ۲/ ۱۷۱

15۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود، (۱۴۰۶ء) تفسیر روح المعانی، ملتان، مکتبہ امدادیہ، ۱۰/ ۲۰۳

16۔ التبریزی، محمد بن عبداللہ، (۱۴۲۴ء) مشکوٰۃ المصابیح، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ص ۷۷

17۔ قاری، علی بن سلطان،(۲۰۰۰ء) مرقاۃ شرح مشکوٰہ المصابیح، ملتان، مکتبہ امدادیہ، ۲/ ۳۴۲

18۔ جیلانی، عبدالقادر، (۱۴۲۳ء) قصیدہ غوثیہ،لاہور، نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، ص ۱۶۶

19۔ دہلوی، عبدالحق، (۱۴۲۱ء) زبدۃ الاسرار (بہجۃ الاسرار)،لاہور، کتب خانہ غوثیہ، ص ۲۶

20۔ جامی، عبدالرحمن، (۱۳۰۲ء) نفحات الانس،لاہور، تصوف فاؤنڈیشن، ص ۲۶۸

21۔ ترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ،(۱۳۹۳ء) سنن الترمذی، دہلی، ربانی بکڈپو ، رقم الحدیث: ۱۳۱۲۷

22۔ ہجویری، محمد سلیم،(۱۴۲۵ء) فاتح قلوب،لاہور، ہجویری فاؤنڈیشن، ص ۱۶۵

23۔ العجلونی، اسماعیل بن محمد، (۱۴۲۷ء) کشف الخفاومزیل الالباس، بیروت، المکتبۃالعصریہ، ۲/ ۶۵

24۔ ابن حبان، ابوحاتم محمد بن حبان ، (۱۴۲۵ء) صحیح ابن حبان، بیروت، دارالمعرفۃ، ص ۵۵۹

25۔ ہجویری، علی بن عثمان، (۲۰۱۸ء) کشف المحجوب،لاہور، مکتبہ النوریہ الرضویہ، ص ۶۴

26۔ سرہندی، وارث، (۱۳۹۶ء) علمی اردو لغت،لاہور، علمی کتب خانہ، ص ۲۸۹